سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۶۳

ایمان بالغیب

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی صاحب قبلہ مدظلہٗ
مجتہد العصر لکھنؤ

قیمت ۲ آنے

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کا ترسیٹھواں کتابچہ "ایمان بالغیب" آپ کے زیر نظر ہے

جو سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی مجتہد العصر

کے مخصوص طرز نگارش کا آئینہ دار ہے۔ امامیہ مشن پاکستان کی اکثر مطبوعات

سرکار علامہ کی قلمی معاونت کا نتیجہ ہیں۔ اس کا حقیقی اجر تو آپ کو خداوند تعالےٰ

عنایت کریگا۔ کارکنان مشن بہرحال سپاس گذار ہیں۔

سرکار سید العلماء مدظلہ نے اس کتابچہ میں "ایمان بالغیب" کے موضوع پر

انتہائی اختصار کے ساتھ کچھ باتیں ایسی بیان فرمائی ہیں کہ جن کو پڑھنے کے

بعد ایمان بالغیب کا اقرار کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں رہ جاتا ہے

نہایت اختصار کے باوجود مضمون کی افادیت شک و شبہ سے بالاتر

ہے۔ آپ پڑھ کر یقیناً "محظوظ" ہوں گے۔

افراد ملت کی خدمت میں استدعا ہے کہ اس مفید کتابچہ کو

اپنے اپنے حلقۂ اثر میں مفت تقسیم کرنے کا پسند فرمائیں

پچاس یا سو کتابچہ امامیہ مشن کی طرف سے پچیس فی صد

رعایت دی جاتی ہے۔

دسمبر ۱۹۵۸ء

جنرل سیکریٹری

امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی
سید الانبیاء والمرسلین والہ الطاہرین
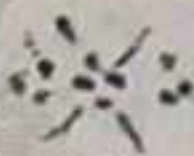
آج کل کی متمدن دنیا کا سرمایۂ نازش یہ بن گیا ہے کہ جس کو دیکھتے ہیں، اسی کو مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا علم مشاہدات کا تابع ہے۔ اور ان دیکھی باتوں پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ علم کو مشاہدات میں محدود بنا لینا انسانی امتیاز نہیں ہے۔

یہ سب مانتے ہیں کہ انسان دوسری تمام چیزوں کی نسبت بلند ہے۔ مگر یہ بلندی آخر کس اعتبار سے ہے۔ اگر جسمیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پہاڑ انسان سے بدرجہا بلند ہیں۔ نشو و نما کے لحاظ سے دیکھیے کہ درختوں میں جتنی جلدی نشو و نما ہوتی ہے انسان میں نہیں ہوتی۔ احساسات کے اعتبار سے دیکھیے تو بہت سے جانور انسان سے بڑھے ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہ انسان کی نظر سے کہیں زیادہ تیز ہے۔ بعض حیوانات کی قوتِ شامہ بدرجہا زیادہ قوی ہے

اگر انسان کا جوہر امتیاز ان چیزوں میں منحصر ہو تو وہ کائنات کے
دوسرے اشیاء سے پیچھے نظر آتا ہے۔ پھر بلند کیونکہ سمجھا جاتا ہے۔
اب اگر انسان کو اشرف المخلوقات مانا جاتا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے
گا۔ کہ اس میں ان چیزوں کے ماورا کوئی جوہر ایسا ہے جو اوروں میں نہیں
اب اس جوہر خاص کو تلاش کیجئے۔ کہا جائے گا۔ کہ یہ علم وعمل ہے۔ اگر
علم کے معنی اگر فارسی میں "دانستن" اور اردو میں "جاننے" کے ہیں تو
کون کہتا ہے کہ جانور کچھ نہیں جانتا۔ وہ جس جگہ رہتا ہے اس جگہ
کو جانتا ہے۔ اگر اسے کسی دوسری جگہ پر کھڑا کر دیا جائے۔ تو وہ بے چین
رہے گا اور اسے قرار نہیں آئے گا۔ جب تک اپنی جگہ آنہ جائے جس کے
ہاتھ سے غذا پاتا ہے۔ اسے خوب پہچانتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس
کے سامنے ہو تو اس سے غذا نہیں مانگے گا۔ نگاہِ طلب اسی پر ڈالے گا
وہ اپنے کھانے کی غذا کو جانتا ہے کہ اسے کیا کھانا چاہیئے۔ اپنے
حفظانِ صحت کے اصول کو جانتا ہے۔ اسی لیے جنگل میں کسی جانور کو کبھی
بیمار نہیں دیکھا جاتا۔ وہ تو غیر فطری ماحول میں جب کوئی آدمی انھیں پال
لیتا ہے۔ اس وقت کبھی کبھی بیمار ہوا کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی بغیر پرکار
کے متوازی خانے بناتی ہے۔ مچھلی دریا میں تیرنا جانتی ہے۔ بلکہ بہت
باتیں انسان نے حیوان ہی سے سیکھی ہیں۔ لہٰذا جاننا انسان سے
مخصوص نہیں ہے۔ حیوان بھی بہت سی باتیں جانتا ہے۔ پھر وہ کون
علم ہے جو انسان سے مخصوص ہو؟

اس پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حیوان کا علم مشاہدات و محسوسات کے دائرہ میں محدود ہے۔ میں نے کہا کہ اسے جس کے ہاتھ سے غذا ملتی ہے وہ اسے پہچانتا ہے۔ مگر بس اسی کو پہچانے گا۔ مثلاً ملازم کے ہاتھ سے غذا ملتی ہے وہ اس کو جانے گا اصل مالک کو نہیں پہچانے گا۔

اب اگر انسان بھی ایسا ہو جائے کہ جس دروازہ سے ملے اسی کو خدا سمجھ لے۔ جس شخص کے ہاتھ سے ملے اسی کو سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو اس میں اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔

انسانی علم کی منزل بلند ہے۔ اسے احساسات و مشاہدات کی چار دیواری کو پھاند کر ماوراء تک پہنچنا چاہیئے۔

اسی لیے قرآن میں آیا ہے:۔

ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب۔

"یہ قرآن جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہدایت ہے، ان فرض شناسوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔"

اب آج فخر اس کا ہے کہ ہم تو وہی مانتے ہیں جسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔ مادی علوم ہی کو ملاحظہ کر لیجئے۔ کیا مادہ آنکھوں سے دکھائی دیا ہے۔ کیا ان ذراتِ مادہ کا جس سے اس علم کی تخلیق کا مفروضہ انہوں نے بنایا ہے کبھی مشاہدہ

ہوا ہے۔ صرف اس کے آثار اور لوازم آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور ان سے یہ مادہ کے وجود کے قائل ہوئے ہیں، پھر ہم کب کہتے ہیں کہ یہ خالق کو بے دیکھے مانیں۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ آثار کو دیکھیں اور مؤثر کے وجود کو تسلیم کریں۔ یہی اصول قدیم میں بھی کار فرما تھا۔ اور یہی دورِ جدید میں ہے۔

ہمارے اطبائے یونانی نبض دیکھ کر بخار کی تشخیص کرتے تھے اور ڈاکٹر تھرمامیٹر میں بخار کو دیکھتے ہیں۔ مگر کیا تھرمامیٹر میں اس مریض کے جسم کا بخار موجود ہوتا ہے؟ یہ تو یہاں ہوتا ہے جو نظر آتا ہے۔ مگر نہیں عادتاً تلازم کا پتہ چل گیا ہے مقدارِ حرارت اور پارہ کی حرکت میں۔ لہٰذا تلازم کے عقلی تقاضے کے رو سے پارہ کی مقدارِ حرکت کو دیکھ کر اس جسم کی مقدارِ حرارت کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ وہی اثر کو دیکھنا اور مؤثر کا پتہ چلانا۔

یہ سبب کی تلاش بچہ میں آغازِ فطرت سے ہوتی ہے۔ جس وقت سے بچہ میں قوتِ شعور نے کام شروع کیا اس وقت سے اس نے پہلے ہر چیز کو سمجھنا اور پوچھنے پر قدرت کے بعد دریافت کرنا شروع کیا۔ کہ یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ —— یہ تصورات کا ذخیرہ ہے جو اس کا دا

فراہم کرتا ہے۔ اور پھر سلسلہ شروع ہوتا ہے، کیوں کا۔ یہ کیوں ہے؟۔ وہ کیوں ہے؟۔ یہ کیوں ہے؟۔ یہ کیوں کیوں کا سلسلہ بعض اوقات اتنا طولانی ہوتا ہے کہ بڑے فلسفی ماں باپ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ وہ تشنگی ہے جو اس کی فطرت ہر شئے کے سبب کے معلوم کرنے کے لیے محسوس کرتی ہے۔ اب اب بچپن سے تو اس کی فطرت طے کیے ہوئے ہے، کہ ہر شئے کا ایک سبب اور ہر اثر کا ایک مؤثر ہوتا ہے اب بڑے ہونے کے بعد جب وہ اس پوری موجود کو پوچھے تو آپ کہیں کہ وہ تو از خود پیدا ہوئی ہے جو تم دیکھ رہے ہو ۔۔۔ اس کے آگے کوئی موجد نہیں ہے۔ کوئی سبب نہیں جو اسے نیستی سے ہستی میں لایا ہو، تو یہ اس کی فطرت کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی سے قرآن کہتا ہے کہ دینِ الٰہی فطرت ہے یعنی اس کا سرچشمہ خود انسانی فطرت کے مقتضیات ہیں جس کے خلاف کوئی کوشش مستقل طور پہ کبھی کارگر نہیں ہو سکتی۔

آپ تاج محل کو دیکھ کر اس کے صنّاع کی تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ اس صنّاع کو دیکھا نہیں۔ ریل

ہوائی جہاز، ٹیلیفون، ریڈیو اور تمام مشینیں جو رائج ہیں ان کے موجدین کو داد دی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ موجد آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ پھر آخر اس عالم کائنات کے مجموعہ کو دیکھ کر اس کے خالق کو اگر تسلیم کیا جائے تو یہ نئی بات کیا ہے۔ اور اس کا انکار کیوں کیا جاتا ہے؟

سب سے بڑی خالق کی نشانی جو اپنے سے قریب ترین ہے وہ اپنا نفس ہے۔ سورج اور چاند اور تمام کارگاہ عالم ہستی کا ادراک جسمانی آنکھوں سے ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی دیکھنے سے معذور ہو تو شاید وہ پھر خالق کی معرفت سے بھی قاصر سمجھا جاتا۔ مگر انسان کو خود اپنا علم نہ دیکھ کر ہوتا ہے نہ اپنی آواز سن کر نہ اپنا مزہ چکھ کر نہ اپنے کو ہاتھ سے چھو کر۔ اور نہ ناک سے سونگھ کر۔ بلکہ خود اپنا وجود ہی اپنا پتہ دیتا ہے۔ اور یہی خود خالق کی نشانی ہے۔ لہٰذا خالق کے جاننے کا بھی آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ کے احساسات پر انحصار نہیں ہے۔ بلکہ صرف دل و دماغ درکار ہیں۔ اگر تمام قوائے احساس معطّل ہیں اس لیے آسمان و زمین، آفتاب و ماہتاب

غرض کائناتِ عالم کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا۔ تب بھی
خود اپنے وجود کو تو محسوس کرتا ہے۔ اور یہی خالق
کے وجود کا اعتراف کرا لینے کے لیے کافی ہے۔
ہاں کہا جاتا ہے کہ بغیر دیکھے یقین نہیں ہو سکتا۔
جس کا وہم و گمان ہو سکتا ہے۔ مگر یقین خود بھی
ایک نادیدہ چیز ہے۔ آثار ہی کے ذریعہ سے پہچانا
جا سکتا ہے —— بلکہ جہاں تک ہم اندازہ کرتے ہیں
انسان پر حقائق اشیاء اپنے وجود اصلی کے ساتھ اثر انداز
نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر باعتبار مراتب ادراک ہوتا ہے
فرض کیجئے راستے میں شیر ہے۔ اور آپ کو اس
کا تصور نہیں ہے۔ تو بلا خوف و دہشت راستے
سے گزر جائیں گے۔ لیکن اگر کسی نے کہہ دیا کہ شیر
ہے تو چاہے وہ واقعاً نہ بھی ہو آپ پر خوف و
دہشت طاری ہو جائے گا۔

ایک بچہ اپنے باپ سے ڈرتا ہے۔ جب تک
باپ گھر میں موجود ہے وہ کوئی شرارت نہیں کرتا۔
جونہی باپ گھر سے باہر نکلا اور اس نے آفت
برپا کی۔ لیکن اگر کہیں کسی نے کہہ دیا کہ وہ دیکھو آ
گئے تمہارے باپ، تو وہ فوراً چونک پڑے گا

یہ کس نے چونکا دیا؟ باپ کے آنے کے تصور اور احتمال نے۔ اب جتنا یہ تصور قوی ہو اتنا ہی اثر زیادہ ہوگا۔ مثلاً اس کے کسی ہم سن نے کہا، تو وہ فوراً مڑ کر دیکھ لے گا۔ اور اگر ماں نے یا کسی بزرگ نے جس کی بات کو وہ مذاق پر محمول نہیں کرتا کہہ دیا تو وہ بے تحاشا بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ معلوم ہوا کہ کردار مدارج ادراک کے مطابق ہوتا ہے۔

اب ذرا خدا کے ماننے والوں کا کردار دیکھیے۔ دیکھیے کہ وہ یقین کا مظہر ہے یا نہیں۔

ہمیں تو اس کردار میں یہ نظر آتا ہے کہ مشاہدہ بے اثر ہے اور اس کے مقابلہ میں یہ غیب کا اعتقاد اثر انداز ہے۔

شب ہجرت۔ رسول خداؐ کا بستر اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا آرام کی نیند سونا۔ جب کہ مکان کے گرد کھنچی ہوئی تلواریں تھیں۔ یہ دشمنوں کا محاصرہ — یہ چمکتی ہوئی تلواریں — یہ ان کی دہشتناک باتیں۔ سب عالم شہود کی چیزیں تھیں۔ اور ان کا تقاضا کیا تھا؟ خوف و اضطراب پیدا کرنا۔

اب اس کے برخلاف اگر حضرت علیؑ مطمئن ہیں۔ ان میں اضطراب کا نام و نشان نہیں ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ ایمان بالغیب کا اثر ہے جو مشاہدات پر غالب ہے۔

کربلا کے میدان میں سامنے کم از کم تیس ہزار کا لشکر۔ یہ ایک مشاہدہ تھا۔ بندش آب مشاہدہ و احساس میں تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی تشنگی اور ان کی العطش کی صدائیں عالم شہود کی چیزیں تھیں۔ اپنے ساتھ بی بیوں کا ہونا اور ان کی بے سروسامانی سامنے کی بات تھی۔ بلکہ عباسؑ و علی اکبرؑ کا شباب قاسمؑ کی کم سنی۔ بچوں کے حسین چہرے یہ سب مناظر آنکھوں کے سامنے تھے۔ اور ان تمام باتوں کا تقاضا یہ تھا کہ بیعتِ یزید کر کے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی کا تحفظ کیا جائے لیکن غیبی طاقت پر ایمان تھا جو اس بیعت سے روک رہا تھا۔ وہ تقاضے مشاہدات کے تھے جو مغلوب ہوئے اور یہ غیب پر ایمان تھا جس نے ہر سخت سے سخت مصیبت کو خوشگوار بنا دیا۔

آخر وقت سینہ کے اندر لگی ہوئی آگ، پیاس کی شدّت سے خشک زبان اور تڑختے ہوئے ہونٹ، زخموں کی کثرت اور فواروں کی صورت سے ابلتا ہوا خون اور سب سے آخر میں گلوئے خشکیدہ پہ خنجر کی چلتی ہوئی دھار۔ یہ سب کچھ ایک طرف تھا اور ایک ان دیکھی ذات پہ ایمان ایک طرف تھا۔ اب بھی کیا کسی کو اس تصوّر کا حق باقی رہتا ہے کہ بے دیکھے یقین نہیں ہو سکتا۔

حسینی فنڈ

امامیہ مشن پاکستان کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اسلام کے اصلی خدوخال کو واقعۂ کربلا کی روشنی میں اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیا جائے چنانچہ آپکا یہ محبوب تبلیغی ادارہ اقتضائے وقت کے مطابق عامیانہ مناظرہ کی ڈگر سے ہٹ کر عقلی اخلاقی اور تاریخی حقائق کے ساتھ نشرِ حسینیت میں مصروف ہے۔

عوام الناس کو شہادتِ عظمیٰ سے مکمل متعارف کرانے کے لیے امامیہ مشن پاکستان نے امسال حسینی فنڈ کے اجراء کا فیصلہ کیا ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ آنیوالے محرم پر ہزاروں رسائل مجالسِ عزا میں اور جلوسوں کے ہمراہ مفت تقسیم ہو جائیں اور یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب آپ انفرادی یا اجتماعی طور پر فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیں۔ تھوڑی سے تھوڑی رقم بھی شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیگی۔ اسکے بدلے میں ہر سلسلہ رقم سے دوگنی قیمت کے رسائل محرم سے کچھ روز پہلے آپکی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ تاکہ آپ انکو مفت تقسیم کر سکیں۔ ہر عاشقِ امامِ مظلوم، منتظم مجالس، شیعہ انجمن کو اس تعمیری خدمت کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

جنرل سیکریٹری امامیہ مشن پاکستان ۱۴ اردو بازار لاہور

فہرست مطبوعات امامیہ مشن پاکستان

امامیہ مشن پاکستان نے تین سال کی قلیل ترین مدت میں انچاس کتابچے مختلف موضوعات پر شائع کیے ہیں، پہلے سال میں تیرہ، دوسرے سال میں سترہ اور تیسرے سال میں انیس کتابچے اشاعت پذیر ہوئے۔ ان کے صفحات کی تعداد علی الترتیب ۴۲۴، ۴۶۴ اور ۸۰۸ ہے۔ علاوہ ازیں ماہنامہ "پیام عمل" بھی ممبران مشن کی خدمت میں بلا زائد قیمت پیش کیا گیا ہے۔ سال بھر میں پیام عمل کے ۸۰۴ صفحات شائع ہوئے۔ رسائل کی تفصیل درج ہے:-

۱- خدا کا ثبوت ۲/

۲- حسینؑ اور اسلام ۲/

۳- شجاعت کے مثالی کارنامے ۶/

۴- قاتلان حسینؑ کا مذہب ایکٹ ڈرامہ

۵- محاربۂ کربلا ۵/

۶- اسیری اہل حرم ۳/

۷- آثار قدرت ۲/

۸- حقیقت اسلام ۳/

۹- اسلامی نظریۂ حکومت ۲/

۱۰- نظام زندگی (حصہ اول) ۱۲/

سال ۱۹۵۵-۵۶ء

۱۱- عورت اور اسلام ۳/

۱۲- مادیت کا علمی جائزہ ۳/

۱۳- تجارت اور اسلام ۱/

سال ۱۹۵۶-۵۷ء

۱۴- اسلام اور انسانیت ۸/

۱۵- جمہوریت اور اسلام ۱۲/

۱۶- معصوم شہزادی ۳/

۱۷- نظام زندگی (حصہ دوم) ۱۲/

۱۸- شہید کربلا ۲/

۱۹- زندہ جاوید کا ماتم ۲/

۲۰- عزائے حسینؑ پر تاریخی تبصرہ ۱۲/

۲۱- شہادت و ہلاکت ۳/

۲۲- شیعیت کا تعارف ۵/

۲۳- اسلامی تمدن ۳/

۲۴- تاریخ اسلام میں واقعۂ کربلا کی اہمیت ۲/

۲۵- اگر واقعۂ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ ۲/

۲۶- ضرورت مذہب ۲/

۲۷- مقصد حسینؑ ۲/

۲۸- بین الاقوامی شہید اعظم ۲/

۲۹- مقصود کعبہ ۵/

۳۰- صحیفۂ سجادیہ کی عظمت ۵/